OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

ماخذِ قرآن پر استشراقی نظریات کا ناقدانہ جائزہ

(Critical analysis of Orientalist on *Sources of Quran*)

*** ڈاکٹر محمد شہباز منج**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا
****صائمہ شہباز منج**
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا

ABSTRACT

Origin of the *Quran* has extensively been under discussion in orientalist studies of the *Quran*. The present article reviews their ideas on the subject. It finds that they have been of different views on the theme. Previously they, in general, had the opinion that *Quran* was not the divine revelation; it was based on Judeo-Christian sources and traditions; it was the result of *Muhammad's* desire and thoughts for restructuring his community. Later on several orientalists rejected the earlier notions confessing the *Quran* a result of God's revelation to Muhammad. This fact proves the claim of traditional prejudice of the orientalism against the Origin of the *Quran*.

Keywords: Origin of the *Quran*, different views of orientalists, Judeo-Christian sources, God's revelation.

قرآنِ کریم کے استشراقی مطالعات میں یہ سوال بہ کثرت زیرِ بحث رہا ہے کہ قرآن کس کا اور کس نوعیت کا کلام ہے ؟اس کا ماخذ و منبع کیا ہے؟ ؛ یہ وحیِ خداوندی ہے یا دیگر مآخذ و مصادر سے ماخوذ ہے۔اس ضمن میں مستشرقین کے مختلف اور متنوع نظریات ہیں۔جن سے زیرِ بحث تناظر میں مستشرقین کے فکری ارتقا کا سراغ ملتا ہے۔ مستشرقین کا قدیم اور عمومی و روایتی نظریہ یہ رہا ہے کہ قرآن یہودی و نصرانی مآخذ سے ماخوذ ہے۔جدید دور میں ایک نیا نظریہ سامنے آیا، جس کے مطابق قرآن محمد ﷺ کے زمانے کے حالات میں آپ ﷺ ایسے نامور مصلح کے ذہن میں اپنی سوسائٹی کی تعمیر و اصلاح کے لیے پیدا ہونے والی فکر کا نتیجہ ہے۔ لیکن بیسویں صدی اور عصرِ حاضر میں متعدد ایسے مستشرقین سامنے آئے ہیں، جنھوں نے قرآن کے وحی و الہام پر مبنی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ان سطور میں ان مختلف نظریات سے آگہی اور ان کا ناقدانہ جائزہ پیشِ نظر ہے۔

قدیم اور عمومی و روایتی نظریہ: یہود و نصاری وغیرہ سے اخذ واستفادہ

ماخذِ قرآن کے حوالے سے مستشرقین کا قدیم اور عمومی و روایتی نظریہ یہ ہے کہ محمد ﷺ نے یہود ونصاری کی کتابوں اور اہلِ عرب کے ہاں معروف قصے کہانیوں سے قرآن کا مواد اخذ کیا اور اسے اپنے الہامات کے مجموعے کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ نظریہ مختلف استشراقی اہلِ قلم کے ہاں عام ملتا ہے۔ یہاں اسے چند نمایاں مستشرقین کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے:

جارج سیل (George Sale، 1667-1736) نے لکھا ہے کہ قرآن محمد ﷺ کی تصنیف ہے، اگرچہ اس ضمن میں دیگر افراد کی بھرپور مدد بھی لازماً آپ ﷺ کو حاصل رہی ہو گی۔ آپ ﷺ کے ہم وطنوں کا یہ دعوی کہ آپ ﷺ دوسروں سے قرآن سیکھتے ہیں، ہمارے اس نظریے کو موکد کرتا ہے۔ سیل کے الفاظ ہیں:

> "Muhammad was really the author and chief contriver of the Koran is beyond dispute, though it be highly probable that he had no small assistance in his design from others, as his countrymen failed not to object to him."[1]

> (یہ بات شک و شبے سے بالا تر ہے کہ قرآن کے مصنف اور بڑے منصوبہ ساز محمد ﷺ تھے؛ اگرچہ امکانِ غالب یہ ہے کہ انھیں اس کی ترکیب وترتیب میں دیگر افراد سے غیر معمولی مدد حاصل رہی تھی، جیسا کہ ان کے ہم وطن ان پر اس اعتراض میں چوکے نہیں)۔

جے۔ایم۔ راڈویل(J.M. Rodwell، 1808-1900) کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے زمانے میں مشہور و مروج قصے کہانیوں سے قرآن کا مواد اخذ کیا۔ یہودیوں کی تالمودان کا خاص ذریعہ تھی۔علاوہ ازیں جنوبی شام کے قصے کہانیاں اور عیسائیوں کی روایات بھی قرآن کا ماخذ بنیں۔اس دعوے کے لیے راڈویل کے پاس بھی سیل کی طرح یہ دلیل ہے کہ اہلِ مکہ حضور ﷺ کو شاعر اور قرآن کو افسانوں کا مجموعہ قرار دیتے تھے۔[2]

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار نے قرآنی بیانات کو عیسائی پادریوں کے ہاں مروج روایات کی نقل ظاہر کرتے ہوئے لکھا:

> "Other motifs, such as the idea of the impending Judgment and the descriptions of paradise agree with standard topics in the missionary preaching of the contemporary Syriac church fathers. The dependence need not, however, be of a literary kind, but might be due to influence from oral traditions."[3]

(دیگر تصورات ، جیسے جلد وقوعِ قیامت اور جنت کا بیان معاصر سریانی مسیحی پادریوں کے عام تبلیغی موضوعات سے مماثل ہے۔ تاہم [مسیحی رویات پر] یہ انحصار ضروری نہیں کہ ادبی نوعیت کا ہو، بلکہ یہ زبانی روایات کے اثرات کی بنا پر ہو سکتا ہے)۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلجین اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار قرآن کی بحث میں Sources کے عنوان سے قرآن کو اس کی اندرونی شہادتوں کی بنیاد پر یہودی اور عیسائی مصادر سے ماخوذ بتانے اور بعض قرآنی آیات کا بائبل کے بعض بیانات سے تقابل کرنے کے بعد قرآنی آیات کو بائبل کا محض چربہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"These are probably the only actual quotations, reproduction of matter or of phrases occurring in the OT, the NT, the Talmud, or the NT Apocryphal is found throughout the Quran, and this is at times sufficiently close to render the term 'quotation' not inappropriate."[4]

(یہ غالباً صرف اقتباسات ہیں۔ سارے کے سارے قرآن میں عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید، تالمود یا غیر مستند انجیلوں میں بیان ہونے والے بیانات کی محض نقل و تکرار ملتی ہے۔ اس لیے ان کے لیے کوٹیشن کی اصطلاح غیر مناسب نہیں)۔

رچرڈ بیل (Richard Bell، 1876-1952) نے اپنی کتاب Introduction to the Quran کے آخری باب میں Narratives کے عنوان کے تحت قرآنی قصوں کو بائبل سے ماخوذ بتانے کے ساتھ ساتھ اُن قرآنی قصوں پر قدرے تفصیلی گفتگو کی ہے جو اس کے نزدیک بائبل کی نقل یا غلط اور غیر مصدقہ روایات پر مبنی ہیں۔ بیل لکھتا ہے کہ قرآن کے کہانیوں سے متعلق حصے کا بائبل بالخصوص عہد نامہ قدیم سے ماخوذ ہونا ظاہر و باہر ہے۔[5] اس کا کہنا ہے کہ گو اس بات کا امکان موجود ہے کہ سزاوں سے متعلق کچھ کہانیاں مثلاً عاد ثمود، اور سبا عرب ذرائع سے ماخوذ ہوں یا مثلاً نوح، لوط اور فرعون سے متعلق قصے عربوں کے ہاں مروج ہوں، تاہم محمد ﷺ کی بیشتر تعلیمات یہودی و نصرانی ذرائع ہی سے اخذ شدہ ہیں۔ رچرڈ بیل مختلف قرآنی سورتوں کے حوالے سے قرآن میں مذکور انبیا علیہم السلام اور دیگر افراد کا ذکر اور انھیں بائبل سے متعلق کرنے کے ساتھ ساتھ ان اختلافات اور بزعم خویش اغلاط کی نشاندہی بھی کرتا ہے، جو بائبل اور دیگر تاریخی معلومات کی روشنی میں قرآنی بیانات کے حوالے سے سامنے آتی ہیں۔ مثلاً ہامان کو فرعون سے متعلق قرار دینا، حضرت مسیح کی والدہ اور موسیٰ کی بہن مریم کا گڈ مڈ ہو جانا۔ بیل کے خیال میں تخلیق و ہبوطِ آدم، اصحابِ کہف، قصہ خضر و موسیٰ اور ذوالقرنین وغیرہ سے متعلق قصے اس زمانے میں مروج غیر مستند اور سنی سنائی کہانیاں ہیں۔[6]

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ(William Montgomery Watt،1909ء-2006ء) بھی جنھوں نے ، جیسا کہ بعد میں بیان ہوگا، اپنی بعد کی تحریروں میں قرآن کو وحیِ الٰہی تسلیم کر لیا تھا، ابتداءً اسے یہود و نصاریٰ سے ماخوذ قرار دیتے تھے، انھوں نے لکھا:

> "The earliest passages of the Quran show that it stands with the tradition of Judeo-Christian monotheism with its conceptions of God, The creator, of resurrection and judgment and of revelation. In late passages the dependence on the Biblical tradition becomes even more marked, for they contain much material from the old and New Testament."[7]

> (قرآن کے ابتدائی بیانات میں خدا، توحید، وحی اور آخرت وغیرہ ایسے تصورات یہود و نصاریٰ کے سے ہیں۔ بعد کے بیانات میں تو بائبل کی روایات پر انحصار اور بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے؛ یہ بیانات اکثر و بیشتر عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے مواد پر مشتمل ہیں)۔

محمد ﷺ کے یہود و نصاریٰ سے اخذ و استفادے کے مواقع و امکانات کے سوال سے متعلق مفروضات قائم کرتے ہوئے واٹ نے لکھا کہ کئی طرح کے مواقع اور امکانات تھے: ہو سکتا ہے محمد ﷺ یہودیوں اور عیسائیوں سے ملے ہوں اور مذہبی امور پر ان سے گفتگو کی ہو۔ شام کی سرحد کے ساتھ کئی مسیحی عرب آباد تھے۔ ممکن ہے مسیحی عرب یا یمن کے حبشی تجارت کی غرض سے یا غلام بن کر مکے آئے ہوں۔ کچھ بدو قبائل اور ان کی بعض شاخیں بھی عیسائی تھیں۔ یہ عیسائی مکے کے تجارتی میلوں میں شرکت کیا کرتے ہوں گے۔ مدینے اور بعض دیگر مقامات پر بھی یہود کے بعض اہم قبائل مقیم تھے۔ لہٰذا ایسے عناصر سے گفت و شنید کے مواقع اور امکانات موجود تھے۔ خدیجہ کے عیسائی چچازاد ورقہ سے محمد [ﷺ] کی ملاقات تو ایک تاریخی حقیقت ہے۔[8]

جدید نظریہ: اصلاح معاشرہ کے لیے حضور ﷺ کی لگن کا نتیجہ

جدید دور میں یہ نظریہ سامنے آیا کہ قرآن حالات و ماحول کے فطری ردعمل اور عرب معاشرے کی تعمیر واصلاح کے لیے محمد ﷺ کی لگن اور تڑپ کا نتیجہ ہے۔ اس ضمن میں مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کا نام نمایاں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "…a new religion cannot come into being without a sufficient motive. In the experience of Muhammad and his early followers there must have been some need which was satisfied by the practices and doctrines of the embryonic religion."[9]

(کوئی نیا مذہب کسی ضروری محرک کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ محمد ﷺ اور آپ [ﷺ] کے اولین پیروکاروں کے معاملے میں بھی یقینی ضرورت رہی ہو گی جسے ترقی پذیر مذہب کے عقائد ورسوم کے ذریعے پورا کیا گیا)۔

اپنے تصور پر پیدا ہونے والے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہ اسلام اور وحیِ محمدی ﷺ حالات کی سازگاری اور حالات وماحول کو سنوارنے کے لیے آپ ﷺ کی مخلصانہ لگن اور تڑپ کا نتیجہ کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ اسلامی نظریے کے مطابق وحی آں حضور ﷺ پر خارج سے بذریعہ جبریل وحی نازل ہوتی تھی، واٹ نے قرار دیا کہ محمد ﷺ کو اپنے کام میں مخلص سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ ﷺ اپنے عقائد میں صحیح راستے پر تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی مخلص ہو با ایں ہمہ وہ غلط راستے پر ہو۔ ممکن ہے آدمی بعض خیالات کو خارج سے آتا ہوا محسوس کرے، لیکن در حقیقت وہ اس کے اپنے ہی لاشعور سے ابھرے ہوں۔ واٹ کے الفاظ ہیں:

> "To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man may be sincere but mistaken...What seems to man to come from outside himself, may actually come from his unconscious."[10]

(یہ کہنا کہ محمد [ﷺ] مخلص تھے، یہ معنی نہیں رکھتا کہ آپ اپنے عقائد میں صحیح بھی تھے۔ آدمی مخلص ہونے کے باوجود غلطی پر ہو سکتا ہے...جو چیز آدمی کو خارج سے آتی ہوئی محسوس ہو، وہ فی الواقع اس کے اپنے لاشعور کی آواز بھی ہو سکتی ہے)۔

آپ ﷺ کی وحی ونبوت اور اسلام کے فروغ کو وقت کے تقاضے اور ماحول کی سازگاری سے جوڑنے کی کوشش میں واٹ اگرچہ بہت نمایاں ہیں لیکن اس ضمن میں یہ اکیلے نہیں، اور بھی متعدد مغربی اہل قلم نے اپنے اپنے انداز سے یہ نظریہ پیش کیا ہے۔ مثلاً ولیم میور پیغامِ محمدی ﷺ کی اشاعت کو احوال و ظروف کی موافقت سے یوں جوڑتا ہے کہ آپ [ﷺ] کا پیغام یہودیت کے مقابلے میں مدینے میں اس بنا پر تیزی سے پھیلا کہ یہودیت بدیسی تھی اور اسلام اہلِ عرب کے نظریات، رسوم ورواجات اور تخیلات و توہمات کے مطابق تھا۔ وہ لکھتا ہے:

> "So good was the ground and the propagation so zealous, that the faith spread from house to house and from tribe to tribe. The Jews looked on in amazement. The people whom they had for ages sought in vain to convert from the errors of polytheism, were now casting

their idols to the moles and to the bats, and professing belief in the One only God. The secret lay in the aptness of the instrument.It was native and congenial. Judaism, foreignin its birth, touched no Arab sympathies. Islam, graftedon the faith and superstition, the customs and nationality of the Arabs, gained ready access to their heart."[11]

(حالات اتنے سازگار تھے اور دعوت و تبلیغ اتنی پرجوش تھی کہ اسلام گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ پہنچ گیا۔ یہودی حیرت زدہ تھے، جن لوگوں کو بت پرستی سے نکالنے کے لیے ان کی زمانوں کی محنت کارگر نہ ہو سکی تھی، اب وہ بتوں کو پھینک کر توحیدِ خداوندی کا اقرار کر رہے تھے۔ کامیابی کا راز آلے کے صحیح استعمال میں مضمر تھا۔ اسلام مقامی اور مزاج سے ہم آہنگ تھا۔ یہودیت اپنی اصل کے اعتبار سے بدیسی تھے، لہٰذا وہ عربوں کی ہمدردیاں حاصل نہ کر سکی۔ اسلام عربوں کے عقائد و نظریات، توہمات اور رسوم ورواجات پر مبنی تھا، سو وہ جلد ہی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا)۔

ایچ ۔اے ۔آر۔ گب(Hamilton Alexander Rosskeen Gibb، 1895-1971) نے کہا کہ حضور[ﷺ] کی کامیابی اور طلوعِ اسلام دراصل مکہ اور مدینہ میں آپ[ﷺ] کی سخت مخالفت کا ردعمل ہے۔اس کے الفاظ ہیں:

"Mohammad was not at the outset the conscious preacher of a new religion. It was opposition and controversy with the Meccans that forced him on from stage to stage, as it was the later opposition in Medina that led to the final emergence of Islam as a new religious community with its distinctive faith and institution."[12]

(محمدﷺ ابتدا میں شعوری سطح پر نئے دین کے داعی نہ تھے، یہ اہلِ مکہ کی مخالفت اور دشمنی تھی جس نے آپ ﷺ کو رفتہ رفتہ اس پر مجبور کیا۔ بعد ازاں مدینے میں آپ ﷺ کی مخالفت ایک نئے صاحبِ عقیدہ و نظم مذہبی معاشرے کی صورت میں اسلام کے ظہور پر منتج ہوئی)۔

جدید تر نظریہ: وحی والہامِ الٰہی

ماخذِ قرآن کے حوالے سے بہت سے مغربی اہلِ قلم نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ قرآن یہود و نصاریٰ کی کتب سے ماخوذ، سنی سنائی باتیں اور کہانیاں یا حضور ﷺ کی اصلاحِ معاشرہ کی خواہش کا داخلی اظہار نہیں بلکہ وحی الٰہی اور کلامِ خداوندی ہے۔ان مغربی اہلِ قلم میں سے متعدد نے قرآن کو کلامِ خدا اور ایک مقدس مذہبی کتاب کی حیثیت سے نہ ماننے کی مغربی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ دراصل مغرب کے ذہن میں خدائی اور مذہبی متن کا تصور صرف وہی ہے جو انھیں بائبل کی شکل میں ملتا ہے، حالانکہ قرآن کا معاملہ اس سے یکسر مختلف ہے۔اہلِ مغرب قرآن کی الہامی و مذہبی حیثیت کو جب بھی تسلیم کر سکتے ہیں، جب وہ عربی زبان، اس کی روایات اور انداز و اسلوب کو سمجھیں؛ تعصب سے آزاد ہوں، بائبل کے علاوہ بھی کسی متن کے الہامی ہونے کا امکان سامنے رکھیں۔ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong، پیدائش 1945ء) قرآن کی الہامی حیثیت کا اقرار اور قرآن کے ضمن میں مغرب کے افکار و خیالات اور اوہام و تعصّبات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "…it reveals the Creator rather than His Messenger… Western people find this very difficult book to understand. We have seen that even the likes of Gibbon and Carlyle, who were reasonably sympathetic to Islam, were baffled by the Quran. This, of course, is not particularly surprising. It is always difficult to appreciate holy books of other cultures. "[13]

> …یہ پیغمبر سے زیادہ خدا کا مظہر ہے…اہلِ مغرب اسے مشکل الفہم محسوس کرتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ گبن اور کارلائل ایسے لوگ بھی ـــ جو اسلام کے حوالے سے کافی ہمدردانہ خیالات کے حامل تھے ـــ قرآن سے پریشان ہوگئے تھے۔یہ کوئی بہت حیران کن بات نہیں، دوسری تہذیبوں کی مقدس کتابوں کی تحسین مشکل ہی ہوتی ہے۔

کارل ارنسٹ (Carl W Ernst، پیدائش 1950ء) نے مغرب کے بائبل کے مقابلے میں قرآن کی الہامی حیثیت کو تسلیم نہ کرنے پر اپنے ذاتی تجربے کے حوالے سے نقد کرتے ہوئے لکھا ہے:

> " I recall when, as a graduate student at Harvard, I first went to the Widener Library to do some research on the Quran. Much to my surprise, the card catalog listing for the Qur'an gave a cross-reference to Muhammad as the author of the text. In contrast, the Bible was listed without any author. This library listing created a subtle contrast; while the Bible may have been of divine origin,

the Quran was viewed as the composition of a human being."[14]

(مجھے یاد ہے جب میں ہاورڈ یونیورسٹی کے گریجویٹ سٹوڈنٹ کی حیثیت سے قرآن پر کچھ تحقیق کے سلسلے میں پہلی دفعہ واڈنر لائبریری گیا تھا۔ میرے لیے یہ امر سخت حیران کن تھا کہ قرآن کی فہرست والے کارڈ کیٹیلاگ میں قرآن کو محمد ﷺ کی تصنیف ظاہر کیا گیا تھا۔ اس کے برعکس بائبل کا ذکر بغیر کسی مصنف کے تھا۔ لائبریری کی اس فہرست نے واضح تضاد پیدا کر دیا تھا، یعنی بائبل وحی خداوندی ہو سکتی تھی، لیکن قرآن محمد ﷺ کی تالیف تھا)۔

بائبل کو الہامی اور قرآن کو کلامِ محمد ﷺ قرار دینے کے مغربی رویے کی وجہ بتاتے ہوئے ارنسٹ نے واضح کیا ہے کہ دراصل قرآن کے معاملے میں مغرب یہ غلطی کرتا ہے کہ وہ اسے ایک عام کتاب کی طرح لیتا یا بائبل کے اسلوبِ بیان و ترتیب پر قیاس کرتا ہے۔ حالانکہ قرآن عام کتاب ہے اور نہ بائبل کی طرح اسے مختلف ادوار میں مختلف لوگوں نے ترتیب دیا ہے۔ یہ محمد ﷺ پر تئیس سالہ وحی کا مجموعہ ہے اور ایک متن کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں مختلف و متعدد لوگوں کی تصنیف ہونے کا شائبہ تک نہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

"It is, in fact, difficult to read the Qur'an as if it were an ordinary book. Its composition is very different from that of the Hebrew Bible or the New Testament; regardless of one's view of revelation, both of these texts contain multiple documents of different types assembled over a period of time by different hands. The Hebrew Bible contains extensive narratives and histories, together with prophetic writings, poetry, and didactic literature. The New Testament has four gospels by different writers describing the life of Jesus, the pastoral letters of St. Paul and others, a history of the early Christian community in Acts of the Apostles, plus the apocalyptic Book of Revelation. In the case of the Christian scriptures, their selection and inclusion in the Bible (and the rejection of other writings) was the work of church councils. In contrast, the Qur'an is widely accepted as the accumulated revelations of the twenty-three years of the Prophet Muhammad's career, and it therefore is much more homogeneous as a text, with no signs of multiple authorship. "[15]

(درحقیقت قرآن کو ایک عام کتاب طور پر پڑھنا مشکل ہے۔ اس کی ترتیب عبرانی بائبل اور عہد نامہ جدید سے یکسر مختلف ہے۔ کسی کے تصورِ وحی سے قطع نظر، یہ دونوں متون مختلف طرح کی متنوع دستاویزات پر مشتمل ہیں؛ جنھیں ایک طویل عرصے کے دوران مختلف لوگوں نے جمع کیا۔ عبرانی بائبل بہت سے قصوں کے ساتھ ساتھ تاریخ، پیغمبرانہ تحریروں، شاعری اور اخلاقی ادب پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ جدید کی چار اناجیل ہیں، جنھیں مختلف افراد نے مرتب کیا؛ یہ حیاتِ مسیح، سینٹ پال اور دیگر کے صحرائی خطوط، پیغمبروں کی سیرت میں ابتدائی مسیحیت کی تاریخ بمع کتابِ وحی و قیامت کا مجموعہ ہے۔ مسیحی کتابوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کا انتخاب اور ان کی بائبل میں شمولیت (اور دیگر تحریروں کا مسترد کیا جانا) چرچ کونسل کا انجام دیا ہوا کام ہے۔ اس کے برعکس قرآن محمد ﷺ کے مشن کے تیئیس سال کے دوران نازل ہونے والی وحی کا مجموعہ ہے؛ اس لیے یہ متن کے لحاظ سے بہت زیادہ یکسانیت کا حامل ہے؛ جس میں مختلف مصنفین کی تصنیف ہونے کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی)۔

منٹگمری واٹ، جنھوں نے قرآن کو یہود و نصاریٰ کی کتب سے ماخوذ قرار دیا تھا، بھی بالآخر اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ قرآن یہودی و مسیحی روایات پر مبنی نہیں بلکہ وحیِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔ یہ دینِ ابراہیمی کی سچائیوں کو مستعار لے کر نہیں، اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے پیش کرتا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"When it realized how little was known by Muhammad and the Meccan Arabs of the Jewish and Christian religions, the remarkable achievement of the Quran can be recognized. It may be said that it presents in its own way all the main truths of the religion of Abraham, which is followed also by Jews and Christians. I maintain that the only reasonable explanation of this fact is that Muhammad was as truly inspired by God as were the Old Testament prophets. "[16]

(اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ محمد ﷺ اور مکے کے عرب یہودی و مسیحی مذاہب سے کس قدر کم واقفیت رکھتے تھے، تو قرآن کی غیر معمولی کامیابی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دینِ ابراہیم کے حقائق کو اپنے انداز سے پیش کرتا ہے؛ جن کے یہود و نصاریٰ بھی پیروکار تھے؛ لیکن میرا خیال ہے کہ اس حقیقت

کی سب سے معقول توجیہ یہی ہے کہ محمد ﷺ وحیِ خداوندی کے حامل تھے؛ ایسے ہی جیسے عہد نامہ قدیم کے پیغمبر)۔

قرآن پیش ہونے والے حقائق کے تناظر میں قرآن کی حقانیت کا اقرار کرتے ہوئے واٹ نے ایک اور مقام پر تحریر کیا:

"...these points lead to the conclusion that the view of reality presented in the Qur'an is true and from God,... "[17]

(یہ نکات اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ قرآن میں پیش کردہ تصورِ حقیقت سچائی پر مبنی اور منجانب اللہ ہے...)

واٹ سے پہلے کے کئی اور مستشرقین کے ہاں بھی اس حقیقت کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ مثلاً برطانوی مستشرق آر سی زائینر (Robert Charles Zaehner، 1913-1974) نے لکھا:

"The Quran is in fact the quintessence of prophecy. In it you have, as in no other book, the sense of an absolutely overwhelming Being proclaiming Himself to a people that had not known Him. "[18]

(قرآن رسالت کا جوہر ہے۔ اس میں آپ کو کسی بھی دوسری کتاب سے بڑھ کر ایک ایسی قادرِ مطلق ہستی کا احساس ہوتا ہے جو خود سے غافل لوگوں کو اپنا تعارف کروا رہی ہے)۔

ماخذِ قرآن پر استشراقی نظریات کا جائزہ

ماخذِ قرآن کے حوالے سے اوپر ذکر کردہ استشراقی نظریات سے واضح ہے کہ مستشرقین کے ہاں زیر بحث تناظر میں مختلف ادوار میں اور مختلف اہلِ قلم کی طرف سے مختلف نظریات پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ عمومی طور پر انھوں نے قرآن کی الہامی حیثیت کا انکار کیا اور اسے یہود ونصاری سے ماخوذ یا اپنے معاشرے کی اصلاح کے لیے محمد ﷺ کی فکر وخواہش کا نتیجہ باور کرانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کہی کی صفوں میں کئی لوگ ایسے بھی سامنے آئے جنہوں نے قرآن کو وحی الٰہی تسلیم کیا۔ اس طرح قرآن کے ماخذ سے متعلق ان کے نظریات میں ایک ارتقا واقع ہوا ہے، ان کے بہت سے محققین کو قرآن کی الہامی حیثیت کے انکار کے عمومی استشراقی موقف سے اختلاف کرنا پڑا ہے۔ اگرچہ خود مستشرقین ہی کے نمایاں افراد کی طرف سے قرآن کے الہامی ہونے کا اقرار اس کے مخالف استشراقی نظریات کی تردید نہایت موثر طریقے سے کر رہا ہے، پھر بھی مخالفین کی غلطی اور اس کے اسباب و وجوہ کی تحقیق ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ذیل کی سطور میں اس ضمن میں اہم نکات پیش کیے جاتے ہیں:

مغربی اہلِ قلم کے پاس قرآن کو یہود و نصاریٰ سے ماخوذ بتانے کے لیے سب سے بڑی بنیاد یہ ہے کہ اس میں پچھلی کتابوں کے واقعات مذکور ہیں؛بہت سی ایسی باتیں جو بائبل میں موجود ہیں قرآن نے بھی بیان کیں ہیں۔ حالانکہ بائبل کی باتیں مذکور ہونے کی بناپر کسی بھی منطق اور تجزیے کی رو سے قرآن کو غیر الہامی نہیں ٹھرایا جاسکتا۔اگر اصول یہ ہے تو عہد نامہ جدید کو بھی غیر الہامی قرار دیناپڑے گا؛کیونکہ اس نے کثرت کے ساتھ عہد نامہ قدیم کی باتیں دہرائی ہیں۔اگر عہد نامہ جدید عہد نامہ قدیم کے واقعات ذکر کرنے سے غیر الہامی نہیں ہو جاتا تو قرآن ان دونوں کے واقعات ذکر کرنے سے غیر الہامی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، بالخصوص جبکہ اس نے جگہ جگہ اس بات کا اقرار و اعلان کیا ہے کہ وہ پچھلی الہامی کتب کی تصدیق کرتا ہے، اور وہی تعلیمات پیش کرتا ہے، جو پچھلے انبیا علیہم السلام نے پیش کی ہیں۔ ہاں البتہ اس نے اس بات کا بھی واضح اعلان کیا ہے کہ وہ پچھلی کتابوں کا محافظ بھی ہے اور ان کے ماننے والوں کی طرف سے ان میں کی گئی تحریفات کی نشاندہی اور ان تحریفات کے نتیجے میں ان میں راہ پاجانے والی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾[19]

(اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ،اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر محافظ و نگہبان ہے)۔

مستشرقین اس مھیمن کتاب کے ان بیانات کو غلط کہہ کر رد کر دیتے ہیں جو پچھلی کتابوں سے مختلف ہیں یا ان میں مذکور نہیں ہیں لیکن یہ سطحی اور غیر علمی دعوی کرتے وقت وہ اس حقیقت کو یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں کہ پچھلی کتب کا محرف ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس سے کوئی بھی حق پسند محقق کبھی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہاں اس ضمن میں مغرب ہی کے ایک محقق ڈاکٹر موریس بکائی(Maurice Bucaille،1920-1998) کا حوالہ دیا جاتا ہے۔[20]ڈاکٹر موریس بکائی نے The Bible The Quran one Science میں نہایت محکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ بائبل بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے اور اس کو کسی طور غیر محرف قرار نہیں دیا جا سکتا[21]۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بکائی نے بھی بائبل کی غلطیاں مسلمانوں کے حوالے سے نہیں ،عیسائی مصنفین ہی کے حوالے سے گنوائی ہیں۔وہ ایک جگہ اپنی کتاب میں اس نوع کے تفصیلی حوالوں کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "As we have already seen in the proceeding chapter, historical errors were found in the Bible and we have quoted several of these pinpointed by Jewish and Christian experts in exegesis. "[22]

(جیسا کہ اس باب میں ہم نے قبل ازیں دیکھا، بائبل میں تاریخی غلطیاں موجود ہیں؛ ہم نے ان غلطیوں میں سے متعدد کے حوالے بھی دیے ہیں؛ جن کی نشان دہی یہودی اور مسیحی ماہرین نے تفسیروں میں کی ہے)۔

موصوف نے ثابت کیا ہے کہ عہد نامہ قدیم صدیوں کے رد وبدل اور اضافے کے ذریعے بتدریج موجودہ مجموعے کی صورت میں تشکیل پذیر ہوا ہے۔[23] اور عہد نامہ جدید سے متعلق بھی اس حقیقت پر کسی حیرت واستعجاب کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ راویان انجیل یسوع کی زندگی کے بعض واقعات کو ایک ذاتی نقطہ نظر کے تحفظ کی خاطر توڑ مروڑ کر پیش کر دیا کرتے ہیں، اور اناجیل میں مذکور دیگر متعدد واقعات بھی واضح طور پر فرضی نوعیت کے حامل ہیں۔[24] یوں یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ قرآن نے جہاں جہاں بائبل سے اختلاف کیا وہاں وہاں اس نے دراصل بائبل میں راہ پا جانے والی غلطیوں کی اصلاح کر کے کتبِ سابقہ پر اپنے مھیمن ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ اگر اہلِ کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف نہ کی ہوتی تو آج بائبل اور قرآن میں کوئی تضاد نظر نہ آتا۔ مستشرقین مشرکینِ مکہ کی تقلید میں بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر یہ دعوی کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مختلف افراد مثلاً بحیری و نسطورا راہب اور ورقہ وغیرہ سے معلومات اخذ کیں۔ مستشرقین کے افکار سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نہ صرف مستشرقین کے اس اعتراض کی نوعیت مشرکینِ مکہ سے ملتی جلتی ہے بلکہ انھوں نے نہایت دھڑلے سے اپنے نقطہ نظر کی تائید کے لیے مشرکینِ مکہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مستشرقین تکذیبِ قرآن کی غرض سے وہ بودہ الزام بھی عائد کر گئے ہیں جو مشرکینِ مکہ سے بھی نہ بن پڑا تھا، ورقہ، بحیری اور نسطورا سے قرآن سیکھنے کا الزام تو مشرکینِ مکہ نے بھی حضور ﷺ پر عائد نہیں کیا تھا۔ مشرکینِ مکہ کہا کرتے تھے کہ بلعام لوہار یا فلاں فلاں عجمی غلام حضور ﷺ کو قرآن سکھاتا ہے اور قرآن نے ان کی اس یاوہ گوئی کے جواب میں فرمایا تھا:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾۔[25]

(ہمیں بخوبی علم ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے کوئی آدمی (قرآن) سکھاتا ہے، (حالانکہ) جس کی طرف نسبت کررہے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے)۔

یعنی اے اہلِ قریش ذرا عقل کے ناخن لو! کیا یہ ممکن ہے کہ جس عربی کلام کی عظمتوں کو تمہارے ولید بن مغیرہ اور لبید بن ربیعہ جیسے زبان آور، قرآن سے اپنی تمام تر دشمنی اور تعصب کے باوصف سلام کرتے ہیں، وہ کسی عجمی کی تعلیم سے وجود میں آیا ہو! کیا مردانِ حر کو زندگی کے گر سکھانے والا قرآن حکیم ان غلاموں کے ذہن کی اختراع ہو سکتا ہے، جنہیں اپنے مالکوں کی خدمت ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ یوں قرآن نے مشرکینِ مکہ کے مذکورہ غلط اور فضول اعتراض کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ مستشرقینِ مغرب نے آنکھیں بند کر کے مشرکینِ

مکہ ہی کی طرح یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضور ﷺ نے فلاں فلاں لوگوں سے قرآن اخذ کیا۔ لیکن اپنے تخیل کی بلند پروازی اور جدیدیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اعتراض بھی جڑ دیا جو کفارِ مکہ نے اپنے متذکرہ اعتراض سے بھی بے تکا اور یکسر نہ چل سکنے والا جھوٹ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا؛ کیونکہ اگر کسی دل میں اس سلسلے میں ادنیٰ شک اور وہم بھی ڈالا جا سکتا کہ حضور ﷺ نے اہلِ کتاب یا عیسائی راہبوں سے قرآن سیکھا ہے تو کفارِ مکہ، جنہیں قرآن کو جھوٹا ثابت کرنے کی مستشرقین سے بے انتہا زیادہ ضرورت تھی، اور جو قرآن کی تردید کے لیے رائی کا پہاڑ بنانے میں ذرا تامل نہ کرتے تھے، کبھی اسے نظر انداز نہ کرتے۔ چنانچہ مستشرقین کا یہ اعتراض ایک تو اس بنا پر بھی بدیہاً غلط ٹھہرتا ہے کہ اگرچہ کفارِ مکہ نے حضور ﷺ پر دوسروں سے قرآن سیکھنے کا الزام لگایا تاہم انھوں نے کبھی یہ اعتراض نہ کیا کہ آپ نے ورقہ، بحیرہ، یا نسطورا وغیرہ اہلِ کتاب سے قرآن سیکھ لیا ہے۔ دوسرے مستشرقین کے اس الزام کی تردید قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت ہی میں مضمر ہے۔ قرآن نے گویا کفارِ مکہ سے سوال کیا تھا کہ جن لوگوں کی طرف تم قرآن سکھانے کی نسبت کرتے ہو کیا وہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ اور علوم و معارف کی جامع کتاب پیش کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ اسی آیت کی روشنی میں ہم مستشرقین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا بحیری، نسطورا اور ورقہ وغیرہ کو وہ علوم و معارف حاصل تھے، جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں؟ پھر اہل کتاب اور عیسائی راہبوں سے آپ کی ملاقاتیں ڈھکی چھپی نہیں بلکہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ کوئی عقلمند آدمی باور نہیں کر سکتا کہ ان مختصر اور معمولی ملاقاتوں میں اہلِ کتاب اور عیسائی راہبوں نے آں حضور ﷺ کو قرآن میں جگمگ کرتے علوم و معارف کے بے مثل موتیوں سے بہرور کر دیا ہو گا۔ قرآن کے یہود و نصاریٰ اور بائبل سے ماخوذ ہونے کے استشراقی الزام کی قلعی ڈاکٹر موریس بکائی کے اس بیان سے خوب کھل جاتی ہے جس کے مطابق مغرب کے یہودی نصرانی اور دہریے بغیر کسی ادنیٰ شہادت کے یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ قرآنی بیانات اور قصص بائبل کی نقل ہیں۔ لیکن یہ دعویٰ ایسی ہی کم عقلی اور نادانی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ حضرت مسیح نے خود اپنے مواعظ کے دوران عہد نامہ قدیم سے تحریک پا کر اپنے ہمعصروں کو اُلو بنایا تھا۔[26] وہ قرآنی قصص اور تاریخی بیانات جو بائبل سے مختلف یا متصادم ہیں، ان سے متعلق مستشرقین نے یہ اعتراض کیا کہ یہ ان گری پڑی، غلط سلط اور غیر صحیح معلومات پر مبنی ہیں جو آں حضور ﷺ نے ادھر ادھر سے سن لی تھیں۔ لیکن اس اعتراض کی حقیقت بائبل کی تحریف سے متعلق پیش کردہ ان گزارشات سے واضح ہو جاتی ہے جو چند سطور اوپر درج کی گئی ہیں۔ جب بائبل ہے ہی محرف ، تو اس سے اختلاف کہ بنا پر قرآن کیونکہ موردِ الزام ٹھہر سکتا ہے۔

قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے نوع بنوع دلائل میں سے صرف تین دلیلوں ہی پر غور کر لیا جائے تو اس کا الہامی ہونا مبرہن ہو جاتا ہے۔ ایک دلیل اس کا اعجاز ہے؛ اور یہ اعجازِ قرآنی کوئی باریک اور پیچ در پیچ موشگافیوں پر مبنی دعوی نہیں۔ قرآن کھلے عام اور جگہ جگہ کہہ رہا ہے کہ وہ ایک بے مثل اور معجزانہ کلام ہے اور کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس کی مثال پیش کر سکے۔ وہ اپنے اعجاز کو اپنے نزول کے وقت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے اپنے وحیِ خداوندی ہونے کے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔

وہ انسانی علوم و فنون کے تمام شعبوں کے ماہرین کے لیے چیلنج ہے؛ جن کو اپنی زبان دانی اور فصاحت پر ناز تھا، انہیں اس کی فصاحت و بلاغت اپنی مثل پیش کرنے کا چیلنج کر رہی ہے؛ جو اپنی کہانت اور مستقل بینی پر نازاں تھے ،ان سے اس کے مستقبل کے متعلق بیانات سوال کر رہے ہیں کہ کیا تاریخ کسی ایسے کاہن کو جانتی ہے جس کی مستقبل کے متعلق پیشگوئیاں اسی طرح صحیح ثابت ہوئی ہوں جس طرح اس کی پیشگوئیاں حرف بحرف سچ ثابت ہوئی ہیں؛ جو لوگ فلسفۂ یونان پر نازاں تھے ان کے سامنے وہ فلسفۂ یونان کے غلط نظریات کا پردہ چاک کر کے اپنی عظمت و جلالتِ قدر کا ثبوت مہیا کر رہاہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں جن لوگوں کو اپنی سائنسدانی پر ناز ہے انہیں وہ باور کراتا نظر آتا ہے کہ تم نے جن حقیقتوں کا انکشاف آج کیا ہے میں نے ان میں سے بہت سی حقیقتوں کو اپنے پیروکاروں کو اس زمانے مین آگاہ کر دیا تھا جب ان کا تصور تک آدمی کے حاشیۂ خیال میں نہ تھا۔ الغرض قرآن کا چیلنج کہ :

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾۔ [27]

(اور اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم بھی اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے مددگاروں کو بھی بلالو، اگر تم سچے ہو)۔

جس طرح لبید بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ جیسے فصیح اللسان عربوں کے لیے تھا اسی طرح عصرِ حاضر کے ماہرینِ علوم و فنون اور سائنسدانوں کے لیے بھی ہے، لیکن آج تک کوئی انسان اس کے چیلنج کا جواب پیش کر کے اس کا غیر الہامی ہونا ثابت نہیں کر سکا۔ یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے ،بلکہ اس کی پشت پر محکم اور ناقابلِ تردید دلائل ہیں۔ یہاں مختصراً چند ایک کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ پہلی دلیل قرآن کا مانا ہوا معجزانہ اسلوب اور تاثیر ہے۔ قرآن حکیم کے پہلے مخاطب عرب تھے۔ قرآن نے انھیں چیلنج دیا کہ اگر تم اس کے وحیِ الٰہی ہونے کا انکار کرتے اور اسے انسانی ذہن کی اختراع قرار دیتے ہو تو اس جیسی کتاب بنا کر پیش کرو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو اس جیسی دس سورتیں ہی لے آو۔ اگر یہ بھی نہیں تو اس جیسی ایک ہی سورت ہی بنالو۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ وہ عرب جنہیں اپنی فصیح البیانی اور قادر الکلامی پر ناز تھا، قرآن کے مقابلے میں ایک سورت بھی پیش کرنے سے عاجز آ گئے۔ ان لوگوں نے آں حضور ﷺ کو زک پہنچانے اور قرآن کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ہر حربہ آزمایا۔ قرآن کو سحر و کہانت اور آں حضور ﷺ کو ساحر و کاہن کہا لیکن وہ اتنا نہ کر سکے کہ قرآن کے مقابلے میں چند جملے پیش کر دیتے۔ یہی نہیں کہ وہ قرآن کے مقابلے میں اپنے عجز و درماندگی پر ہی خاموش بیٹھ گئے بلکہ قرآن کے اسلوب و تاثیر نے ان کے دلوں کو یوں اپنی گرفت میں لیا کہ بڑے بڑے دشمنوں نے بھی اس کے معجزہ ہونے کا اعتراف کر لیا۔ خود جارج سیل نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :

"میں متعدد مثالوں میں سے ایک مثال یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش کرتا ہوں کہ قرآن کے اسلوب کی تعریف میں وہ لوگ بھی رطب اللسان تھے جو اس کتاب کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے واقعی موزوں جج قرار پاتے ہیں۔ لبید بن ربیعہ جو محمد ﷺ کے زمانے میں عظیم عرب شعرا میں سے ایک تھا، کی ایک نظم خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کی گئی تھی اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں ہونا ایک ایسا اعزاز تھا جو صرف ان ہی ادب پاروں کو نصیب ہوتا تھا جن کے مقابلے کی دوسرے شعرا میں ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جلد ہی لبید کی نظم کے ساتھ قرآن حکیم کی دوسری سورت آویزاں کر دی گئی۔ لبید اس سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر ہی اس کے لیے سراپا تعریف بن گیا اور فوراً اس دین پر ایمان لے آیا، جس کی تعلیم وہ سورت دے رہی تھی اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ یہ کلام صرف ایسے شخص ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے جس پر خدائی وحی آتی ہو"[28]

عتبہ بن ربیعہ قریش کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھا۔ اہلِ قریش نے اسے اس زمانے کے مروجہ علوم وفنون مثلاً سحر کہانت اور شاعری وغیرہ میں یگانہ روزگار ہونے کی بنا پر آں حضور ﷺ سے مصالحت کی گفتگو کے لیے منتخب کیا۔ وہ حضور ﷺ سے گفتگو کے لیے آیا۔ اس کی بات ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے سورۃ السجدہ کی تلاوت شروع کر دی۔ جب آپ ﷺ سورہ مذکورہ کی آیت تیرہ[29] پر پہنچے تو عتبہ کانپ اٹھا اور حضور ﷺ کے دہنِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر رحم کی التجا کرنے لگا۔ جب اپنی قوم میں واپس آیا تو ان سے گویا ہوا:

كلمني بكلام والله ما سمعت اذناي مثله قط فما دريت ما اقول له۔[30]

خدا کی قسم محمد ﷺ نے مجھے ایسا کلام سنایا ہے کہ میرے کانوں نے آج تک وہ کلام نہیں سنا۔ میری سمجھ میں ہی کچھ نہ آیا کہ میں اس کا کیا جواب دوں۔

ولید بن مغیرہ قرآن کا ایک بہت بڑا دشمن تھا۔ اس کی قادر الکلامی کی دھوم پورے مکے میں تھی۔ اس کے چچا ابو جہل نے اسے قرآن کی عظمتوں کے سامنے سر نگوں ہوتا دیکھ کر اسے تنبیہ کرنا چاہی تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی اصنافِ سخن کا مجھ سے زیادہ شناسا نہیں لیکن محمد ﷺ جو کلام پیش کرتے ہیں اس کا تعلق ان اصناف میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ یہ حق ہے اور بہت عظیم کلام ہے۔ یہ غالب آنے والا ہے مغلوب ہونے والا نہیں۔[31] اس قسم کے اور بھی متعدد واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ ادبا و شعرا نہ صرف یہ کہ قرآن کا معارضہ کرنے میں ناکام رہے بلکہ اس کی اثر انگیزی اور عدم مثلیت کا قولی و عملی اعتراف و اقرار کرنے پر بھی مجبور ہوئے۔ قرآن کے اعجاز کے منکر اور اسے

حضور ﷺ کا کلام کہنے والے مستشرقین ذرا سوچیں کہ کیا کسی انسانی کلام کے بارے میں اس کے کٹر مخالفین اس طرح کے اعتراف واقرار پر مجبور ہوئے ہیں۔

دوسری دلیل قرآن حکیم کی وہ پیش گوئیاں ہیں جو حرف بحرف پوری ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ، یہاں سب کا استقصا تو ممکن نہیں، چند ایک کا اشارۃً ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن نے پیش گوئی کی:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾۔[32]

(کہیے ! اگر انسان اور جن اس پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو نہیں لا سکیں گے ، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں)۔

چودہ صدیاں گزر گئیں۔ قرآن کا جواب کوئی پیش نہ کر سکا ، اور نہ قیامت تک کر سکے گا۔ قرآن نے رومیوں کے دس سال کے اندر ایرانیوں پر غالب آ جانے کی اس وقت پیش گوئی کی جب رومی ایرانیوں سے سخت مغلوب ہو چکے تھے اور یہ پیشگوئی قطعی ناقابلِ یقین لگتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابی بن خلف نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شرط لگا لی لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ٹھیک سات سال بعد قطعی غیر متوقع طور پر رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے۔

قرآن نے کہا تھا کہ یہ کلام تبدیلی و تحریف سے محفوظ رہے گا؛ باطل اس میں کسی طور راہ نہ پا سکے گا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾۔[33]

ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾۔[34]

(باطل اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے کہ یہ حکیم و حمید کا نازل کردہ ہے)۔

اور اہلِ تحقیق کے ہاں یہ امر مسلم ہے کہ قرآن میں آج تک شوشہ بھر کی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ وعلی ہذا القیاس فتح مکہ کی خبر ، یہودیوں کی تمنائے موت نہ کرنے کی پیشگوئی، مسلمانوں کی عسکری کامرانیوں کی پیشگوئی ، جنگ بدر سے متعلق پیشگوئی اور بہت سے دیگر پیشگوئیاں ایسی ہیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔ یہی نہیں بلکہ بہت سی پیش گوئیاں ایسی ہیں جو آیندہ زمانے میں پوری ہوں گی۔ مستقبل کے متعلق خبر دینا چونکہ انسانی عقل کے دائرے سے باہر ہے اس لیے اگر کوئی کتاب مستقبل کے متعلق بے شمار پیشگوئیاں کرے اور ان میں سے اکثر انہی لوگوں کے سامنے پوری ہو جائیں جن کے سامنے یہ پیشگوئیاں کی گئی تھیں، تو اس سے اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں کہ وہ کتاب کسی انسانی ذہن کی اختراع نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا معاملہ یہی ہے۔ اس کی اکثر پیشگوئیاں اس کے اولین مخاطبوں کے سامنے ہی پوری ہو گئیں اور کئی پیش گوئیاں مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ پوری ہو رہی ہیں، اور جوں

جوں انسانی ذہن ترقی کرتا جائے گا اسے معلوم ہوتا جائے گا کہ وہ جو کچھ آج دیکھ رہا ہے قرآن نے صدیوں پہلے اس کا پتہ دے دیا تھا۔ واضح رہے کہ کاہنوں اور مستقبل بینوں کی ان اٹکل پچو پیش گوئیوں کو، جن کے پورے ہونے کے متعلق ان کاہنوں اور مستقبل بینوں کو خود بھی یقین نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ درحقیقت اظہارِ امکان سے آگے بڑھ کر کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں، قرآن حکیم کی پیشگوئیوں سے کچھ علاقہ نہیں۔ مستشرقین اگر قرآن کو معجزہ اور کلام الٰہی ماننے کو تیار نہیں تو ذرا قرآن کی ان لا تعداد پیشگوئیوں کی توجیہ کریں جن کی شہادت تاریخِ عالم کے صفحات فراہم کر رہے ہیں۔

قرآن کے اعجاز اور کلام الٰہی ہونے کی تیسری دلیل، جس کا یہاں ذکر کرنا مطلوب ہے، وہ ساتویں صدی عیسوی کی کتاب میں ان معجزانہ سائنسی انکشافات کی موجودگی ہے ،جو سائنس کو اپنی موجودہ ترقی و عروج کے زمانے میں معلوم ہوئے ہیں ،اور بہت سے ایسے انکشافات کی موجودگی بھی جن تک ابھی تک موجودہ سائنس بایں ترقی و کمال رسائی حاصل نہیں کر سکی۔ یہ محض خالی خولی دعوی نہیں ہے بلکہ موجودہ دور کے بڑے بڑے نامور اور محقق سائنسدانوں نے انہی سائنسی انکشافات کی موجودگی کی بناپر اس کتاب کو معجزہ اور کلامِ الٰہی تسلیم کیا ہے۔ بیسیوں صدی کے مشہور فرانسیسی سائنسدان اور محقق ڈاکٹر موریس بکائی کو قرآن کی اسی خصوصیت نے اپنا گرویدہ بنایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآن سے متعلق اپنے ابتدائی تاثر کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابتداءً میں قرآن میں سائنسی نوعیت کے بیانات پا کر انتہائی حیرت میں ڈوب گیا۔ اس وقت تک میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسی تحریر میں جو تیرہ صدیاں پہلے مرتب ہوئی تھی اور جس میں انتہائی مختلف النوع مضامین بیان ہوئے ہیں، میرے لیے یہ ممکن ہو گا کہ میں سائنسی نوعیت کے اتنے بہت سے بیانات ڈھونڈ نکالوں گا۔ لیکن قرآن کا اعجاز ملاحظہ کریں کہ اس نے ڈاکٹر صاحب کو تشنہ نہیں رہنے دیا؛ جلد انھیں معلوم ہو گیا کہ قرآن میں بہ کثرت سائنسی مضامین بیان ہوئے ہیں ، اور ان میں کوئی بیان بھی ایسا نہیں جس کو جدید سائنس جھٹلا سکے، حالانکہ بائبل کے انھی موضوعات سے متعلق بیانات میں فاش غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ یہ جان لینے کے بعد میں نے ایک بار خود سے استفسار کیا کہ اگر کوئی انسان قرآن کا مصنف ہوتا تو وہ ساتویں صدی عیسوی میں ایسے حقائق کس طرح بیان کر دیتا جو آج کی جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں! انسان کے پاس اس کی کیا توجیہ ہے کہ جس زمانہ میں فرانس میں شاہ ڈیگوبرٹ[35] حکومت کر رہا تھا اس زمانے میں میں جزیرۃ العرب کا ایک باشندہ بعض موضوعات پر ایسی سائنسی معلومات رکھتا تھا جو ہمارے زمانے سے بھی دس صدی بعد کے دور سے تعلق رکھتی ہیں۔[36] میرے نزدیک قرآن کی کوئی بشری توجیہ و تشریح ممکن نہیں۔[37]

ایسے ہی روشن اور ناقابل انکار حقائق ہیں جنہوں نے بالآخر بہت سے اہل مغرب کو قرآن کو کلام الٰہی تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ قرآن کے اعجاز کو ملاحظہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے بکائی ایسے سائنسدان

ہوں یا مسلمان ہوئے بغیر قرآن کو کلام الٰہی مان لینے والے واٹ ، کیرن اور کارل ارنسٹ وغیرہ ایسے مغربی فاضلینِ علومِ اسلامیہ ، سب ان عام اہلِ مغرب کے لیے روشن آیات ونشانات ہیں ، جو واقعی حق کے متلاشی ہیں

خلاصہ بحث

ماخذِ قرآن سے متعلق بحث و تحقیق میں مستشرقین نے کئی نظریات پیش کیے ، جن میں قرآن کے بائبل اور یہودی و نصرانی روایات سے ماخوذ ہونے ،آں جناب ﷺ کے ذہن کی اختراع ہونے اور اللہ کی طرف سے وحی کا نتیجہ ہونے کے نظریات شامل ہیں ۔ان نظریات کا مطالعے سے عیاں ہوتا ہے کہ زیرِ نظر موضوع پر مستشرقین کے نظریات میں ارتقا واقع ہوا ہے۔ قرآن کے وحی الٰہی نہ ہونے کے عمومی نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے متعدد نمایاں مستشرقین ، حتیٰ کہ ان لوگوں نے بھی جو اسے دیگر ذرائع سے ماخوذ بتاتے تھے ، بعد میں تسلیم کیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آپ ﷺ پر بذریعہ روحی نازل ہوا تھا ، جیسا کہ بائبل کے پیغمبروں پر وحی کے ذریعے کلام الٰہی نازل ہوتا تھا۔ مستشرقین کے افکار کے تجزیے سے عیاں ہوتا ہے کہ قرآن کے مصدر کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کہیں ڈھونڈنے والے مستشرقین کے خیالات اسلام کے خلاف روایتی تعصب ،اسلام اور قرآن کی سطحی تفہیم اور اسلامی ماخذات اور تاریخی تنقید کے اصولوں سے ناواقفیت یا تجاہل کا نتیجہ ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1- George Sale, The Koran (New York: 1890), 50

2- J.M. Rodwell, The Koran (London: Dent, 1909), 14-45.

واضح رہے کہ قرآن کو حضور ﷺ کی تصنیف ثابت کرنے کے لیے کفارِ مکہ کے آپ ﷺ پر اس الزام کہ :آپ دیگر لوگوں سے سن کر قرآن بناتے ہیں، کو اپنے دعوے کی دلیل صرف سیل اور راڈویل ہی نہیں اور بھی متعدد مغربی مصنفین نے بنایا ہے۔مثال کے طور پر دیکھیے:

Richard Bell, The Origin of Islam in Its Christian Environment (London: Macmillan, 1926),110-112;William Muir, Life of Mahomet (London: Smith, 1860),II/100; F. J. L Menezes, The life and Religion of Muhammad, the Prophet of Arabia Sands (London: 1911),158; Norman Daniel, Islam and the West: The making of an Image (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1966),34.

3- The New Encyclopaedia Britannica (Chicago: Encyclopaedia Britannica, 15th Edition, 1986) 22/ 9.

4- James Hastings, ed; *Encyclopaedia of Religion and Ethics* (New York: Charles Scribner's Sons), 1930, X/ 540.

5 - Richard Bell, *Introduction to the Quran* (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1963), 161.

6- Bell, *Introduction to the Quran*, 161-165.

7- Watt, W. Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (London: Oxford University Press, 1961), 39.

8- Watt, Muhammad: Prophet and statesman, 40.

9- Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, 14.

10- Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, 17.

11- Muir, Mahomet and Islam, 58.

12- H. A. R. Gibb, Mohammedanism: An Historical Survey (New York: Oxfor University press, 1964), 25-26.

13- Armstrong, Muhammad: A Biography of the Prophet, 48-49.

14- Carl W Ernst, Following Muhammad: Rethinking Islam in the contemporary world (Chapel Hill & London: The University of North Carolina Press, 2003), 93.

15- Ernst, Following Muhammad, 93-94.

16- William Montgomery Watt, Companion to the Quran (England: Oneword publication, 1994),4.

17- William Montgomery Watt, Islam and Christianity Today: A Contribution to Dialogue (London: Routledge&Kegan Paul, 1983),60-61.

18- R. C. Zaehner, *At Sundry Times: An Essay in the Comparison of Religions* (London: Faber & Faber, 1958), 27.

19۔ المائدۃ5:48

20۔ اس کوایک مسلمان کا حوالہ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ ڈاکٹر بکائی اگر مسلمان ہوئے تھے تو بھی زیرِ حوالہ کتاب کی تالیف تک ہر گز نہیں۔

21 - See for details: Maurice Bucaille, The Bible the Quran and Science, trans. Alastair D Pannell and the Author (N. D), 15-101

22 - Bucaille, The Bible the Quran and Science, 31.

23 - Bucaille, The Bible the Quran and Science, 48

24 - Bucaille, The Bible the Quran and Science,101.

25۔ النحل 16:103۔

26۔ Bucaille, The Bible the Quran and Science,113.

27۔ البقرہ2:23 ۔

28۔ Sale, The Koran, 47–48.

29۔ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

30۔ محمد رشید رضا،الوحی المحمدی(بیروت: موسسۃ عز الدین،1406ھ)،186-187۔

31۔ محمد رشید رضا،الوحی المحمدی،184۔

32۔ بنی اسرائیل17:88۔

33۔ الحجر15:9۔

34۔ فصلت41:42۔

35۔ ڈیگوبرٹ(Dagobert 1) کا عرصۂ حیات603ء-639ء اور عہدِ اقتدار 623ء-639ء ہے ۔فرانس کے علاقے میں اس کا زمانۂ اقتدار629ء-639ء ہے۔

36- Bucaille, The Bible the Quran and Science, 109-110.

37- Bucaille, The Bible the Quran and Science, 114.